شہزاد منظر

مابعد جدید مباحثے سے مکالمے تک

مابعد جدیدیت ایک ایسی مبہم اصطلاح ہے، جس کی آج تک مغرب میں بھی تشریح نہیں ہو سکی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو چاہتا ہے۔ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور مخصوص معنی پہناتا ہے۔ کثرت تعبیر کے باعث اس کا مفہوم خبط ہو کر رہ گیا ہے۔ انگریزی اور ہندوستان کی دیگر زبانوں کے ادب میں یہ اصطلاح گذشتہ دو عشرے سے رائج ہے، لیکن اردو ادب میں (وہ بھی ہندوستان کے اردو ادب میں) یہ اصطلاح نئی نئی رائج ہوئی ہے اور اسے عام کرنے میں حسب سابق گوپی چند نارنگ کا بڑا حصہ ہے۔ گذشتہ دو عشرے سے ہندوستان کے اردو ادب میں خصوصاً افسانوی ادب میں جو تھوڑی بہت تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں۔ اس کے پیش نظر افسانہ نگاروں کی نئی نسل خود کو اپنے ماقبل جدیدیت پسندوں سے ممتاز و ممیز کرنے کے لئے بے چین تھی اور کسی مناسب اصطلاح کی تلاش میں تھی۔ ۱۹۸۰ اور ۱۹۹۰ء کے عشرے کی نئی نسل کے ادیبوں کا کہنا تھا کہ وہ اپنے پیش رو جدیدیت پسندوں سے مختلف ہیں۔ جو ترقی پسند کے رد عمل میں منظر عام پر آئے ہیں۔ وہ یوں تو جدیدیت کی کوکھ سے ہی پیدا ہوئے ہیں لیکن وہ ان کی خامیوں، گمراہیوں اور ادبی بدعتوں کے وارث نہیں۔ وہ نہ عمداً ابہام و اشکال کے قائل ہیں نہ شعوری تجریدیت پسندی اور نہ معاشرے سے غیر وابستگی کے۔ ان کا خیال ہے کہ ادب معاشرے اور عصری زندگی اور اس کے مسائل سے غیر وابستہ ہو ہی نہیں سکتا اور نہ قارئین اور ابلاغ کی اہمیت اور ضرورت سے انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے اس کا مطالبہ تھا کہ ہمیں جدیدیت پسند نہ کہو۔ کچھ اور کہو۔ ادیبوں کا یہ گروہ ۱۹۸۰ کے عشرے میں پیدا ہوا اور ۱۹۸۰ کے عشرے میں پروان چڑھا اس طرح اس نسل کو پیدا ہوئے دو عشرے گزر چکے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس نسل نے خود کو اپنے ماقبل جدیدیت سے بہت حد تک مختلف اور علٰحدہ کر لیا ہے لیکن اس نسل کے پاس فکری طور پر کوئی نظریہ ہے اور نہ تصور ادب اور نہ نیا طرز اظہار۔

یہ نسل پہلے سے مروج اسالیب میں لکھ رہی ہے اور نظری اعتبار سے بھی اس کی کوئی بنیاد یا علیحدہ شناخت نہیں ہے۔ جو انہیں ان سے قبل کے جدیدیت پسندوں سے الگ کرتی۔ نئی نسل اپنی علیحدہ شناخت کے لئے جدوجہد کر رہی تھی کہ گوپی چند نارنگ ادبی نظریہ داں کی حیثیت سے مابعد جدیدیت کا نظریہ لے کر منظر عام پر آئے اور ایک بڑا سیمی نار منعقد کر کے اعلان کر دیا کہ "اردو ادب مابعد جدیدیت کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔"

مابعد جدیدیت کیا ہے؟ اور وہ جدیدیت سے کن معنوں میں مختلف ہے؟ اس کی کوئی تعریف بیان نہیں کرتا حتیٰ کہ گوپی چند نارنگ نے اس کی تعریف بیان کرنے سے یہ کہہ کر گریز کیا ہے کہ مابعد جدیدیت کی فارمولائی تعریف یعنی اس کی بندھی ٹکی تعریفیں بھی دراصل فارمولا کا دوسرا نام ہے۔ اس بارے میں ابھی تک جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے ادیبوں نے اہمال واشکال کو رد کر دیا ہے۔ جس کے باعث ادب میں یکسانیت اور یک سراپن پیدا ہو گیا تھا۔ نئے فکشن نگار یاسیت کی فضا سے نکل کر نئے سماجی اور ثقافتی ڈسکورس میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ یہ ادیب وشاعر ذات پرستی کے اثر سے نکل چکے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق مابعد جدیدیت ہر قسم کی فارمولا سازی اور منصوبہ بند پروگرام کے خلاف ہے اور تخلیق کی آزادی کو پہلی شرط مانتی ہے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت قاری سے رشتہ جوڑنے، علیحدگی کے تنگنائے سے نکلنے اور تخلیقی آزادی پر زور دینے کی ہے۔ مابعد جدیدیت کی ایک دین PLURALISM (کثرت وجود) ہے۔ ان ادیبوں کا دعویٰ ہے کہ وہ سماجی آگہی کے قائل نہیں۔ وہ کسی طے شدہ فکری نہج کو قبول نہیں کرتی۔ مابعد جدیدیت کی ایک تعریف یہ پیش کی گئی ہے کہ اس دور کے افسانوں میں حقیقت نگاری بھی ہے اور تجرید اور علامت بھی۔ اساطیر بھی ہیں اور فینٹسی طلسم بعید از قیاس تصورات اور سریت بھی کچھ شامل ہے۔ ایک دعویٰ یہ ہے کہ مابعد جدید افسانے جدید افسانوں سے موضوع، تکنیک اور رویے تینوں اعتبار سے مختلف ہیں۔ یہ تو ہوئے مختلف لوگوں کے بیانات۔ گوپی چند نارنگ نے اپنے مضمون مابعد جدیدیت اور اردو ادب (مطبوعہ سہ ماہی "نیا ورق" بمبئی شمارہ نمبر۲) میں مابعد جدیدیت کی اپنے الفاظ میں جو وضاحت کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

"مابعد جدیدیت کسی ایک نظریے کا نہیں، بلکہ کئی نظریوں اور ذہنی رویوں کا نام ہے اور ان سب کی تہہ میں بنیادی بات تخلیق کی آزادی اور معنی پر بٹھائے ہوئے پہرے یعنی اندرونی اور بیرونی دی ہوئی لیک کو رد کرنا ہے۔ یہ نئے ذہنی رویے، نئی ثقافتی اور تاریخی صورت حال بھی ہے۔

جی جدیدیت کے بعد کا دور مابعد جدیدیت کہلائے گا۔ لیکن اس میں جدیدیت سے انحراف بھی
شامل ہے۔ جو ادبی بھی ہے اور آئیڈیولوجیکل بھی۔ آئیڈیولوجی سے یہاں مراد کوئی فارمولا یا منصوبہ
بند پروگرام نہیں بلکہ ہر طرح کی فارمولائی ادعائیت سے گریز یا تخلیقی آزادی پر اصرار یا اپنے ثقافتی
تشخص پر اصرار — تاہم مابعد جدیدیت کی فلسفیانہ بنیادوں کو سمجھنا قدرے مشکل اس لئے ہے کہ
ہمارے ذہن ابھی تک ترقی پسندی اور جدیدیت کی آسان تعریفوں کے عادی ہیں — مابعد
جدیدیت ایک کھلا ڈھلا ذہنی رویہ ہے۔ تخلیقی آزادی کا، اپنے ثقافتی تشخص پر اصرار کرنے کا معنی کو
سکہ بند تعریفوں سے آزاد کرنے کا۔ مسلمات کے بارے میں از سر نو غور کرنے اور سوال اٹھانے
کا۔ دی ہوئی ادبی لیک کے جبر کو توڑنے کا۔ ادعائیت، خواہ وہ سیاسی ہو یا ادبی۔ اس کو رد کرنے کا
اور معنی کے معمولہ رخ کے ساتھ اس کے دبائے یا چھپائے ہوئے رخ کے دیکھنے دکھانے کا۔
دوسرے لفظوں میں مابعد جدیدیت تکثیریت کا فلسفہ ہے۔ جو مرکزیت یا وحدت یا کلیت کے
مقابلے پر ثقافتی بوقلمونی، مقامی تشخص اور معنی کے دوسرے پن (OTHER) کی تعبیر پر اور اس تعبیر
میں قاری کی شرکت پر اصرار کرتا ہے۔''

گوپی چند نارنگ تسلیم کرتے ہیں کہ ''ادب کا رشتہ از سر نو سماجی اور ثقافتی مسائل کے
آزادانہ تخلیقی تعبیر سے جڑ جاتا ہے۔ نیز معنی چوں کہ متن میں بالقوۃ موجود ہے اور قاری ہی اس کو
بالفعل موجود بناتا ہے۔ اس لئے ادب اور آرٹ کی کارفرمائی میں قاری کی نظریاتی بحالی سے قاری
پر ادب کے اثرات یعنی آئیڈیولوجی کے عمل دخل کی راہ بھی کھل جاتی ہے۔'' وہ یہ بھی تسلیم کرتے
ہیں کہ ادبی متن بھلے ہی ثقافتی اور سماجی دستاویزات ہو ادبی معنی کسی نہ کسی نظریہ اقدار (ویلیوسسٹم)
اور نظریہ حیات یا آئیڈیولوجی سے جڑا ہوا ہے۔''

مابعد جدیدیت کے ضمن میں ابھی تک جو باتیں کہی گئی ہیں ان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ
۱۹۷۰ء کے عشرے میں اردو ادب میں رونما ہونے والے رجحان یعنی جدیدیت اور مابعد
جدیدیت میں فکری اور نظری اعتبار سے کوئی خاص فرق ہے۔ اس لئے کہ مابعد جدیدیت کے وکلاء
جو باتیں کہہ رہے ہیں۔ یہی باتیں ان سے قبل جدیدیت پسند، نسل بھی کہتی رہی ہے۔ مثلاً مکمل
ذہنی اور تخلیقی آزادی، کسی بھی نظریہ سے عدم وابستگی، فارمولا پسندی یا منصوبہ بند پروگرام سے گریز
وغیرہ۔ مابعد جدیدیت کے نام لیوا مصنفوں نے بعض ایسی باتیں کہی ہیں جو ''نو'' ترقی پسند بھی
کہتے رہے ہیں۔ مثلاً سیاسی نوعیت کے ہدایت نامے غلط سہی لیکن ادب میں سماجی معنویت کو رد کرنا

غلط ہے۔ کوئی ادبی قدر زندگی کے معنی کے بغیر قائم ہو ہی نہیں سکتی یا ادب کی کوئی تعریف یا تعبیر زندگی، سماج اور ثقافت سے ہٹ کر ممکن ہی نہیں۔ ادبی متن، سماجی دستاویز اور ادبی معنی کسی نہ کسی ویلوسسٹم اور نظریہ حیات کے آئیڈیولوجی سے جڑا ہوا ہے۔ مابعد جدیدیت اور جدیدیت میں صرف اصطلاحات کا فرق ہے مفاہیم کا نہیں۔ ہندوستان کے ۸۰ اور ۹۰ کے عشرے کے نئے ادیب اپنے قریبی پیش رووں سے اپنی الگ شناخت منوانے کے لئے بے چین تھے۔ اس لئے انہوں نے مابعد جدیدیت کی اصطلاح قبول کرلی۔ ورنہ ان کے تصور ادب اور ان کے قبل کے جدیدیت پسندوں کے تصور ادب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شمس الرحمان فاروقی نے جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے ضمن میں جو کچھ کہا ہے اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں:۔

''آج کے تناظر میں جدیدیت پر از سر نو غور کرنے کی ضرورت ہے یا جدیدیت کے بعد کسی اور طرز فکر یا اسلوب کو بروئے کار لانے اور قائم کرنے کی ضرورت ہے لیکن ظاہر ہے کہ موجودہ ادب جن تصورات سے عبارت ہے وہ سب تصورات جدیدیت ہی کے لائے ہوئے اور جدیدیت ہی کے قائم کردہ ہیں۔ مثلاً آج کون ہے جو ادیب کی آزادی اظہار کا منکر ہے؟ آج کون ہے جو ادب میں ابہام، اشاریت، علامت اور علامت کی پیدا کردہ دبازت اور گنجلک پن کا قائل ہو۔ آج کون ہے جو ادیب کو کسی مخصوص سیاسی مسلک کا پابند بنانا ضروری سمجھتا ہو؟ آج کون ہے جو ادب کو جانچنے کے لئے غیر ادبی معیاروں کو بروئے کار لانا بہتر سمجھتا ہو؟

ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں لہذا یہ ظاہر ہے کہ آج بھی ادب کے بارے میں یہ نظریہ ہماری تخلیقات میں جاری وساری ہے۔ وہ جدیدیت ہی پر مبنی ہے۔ ایسی صورت میں بدلے ہوئے تناظر کی بات کرنا محض غلط فہمی پھیلانا ہے۔ اگر ہمارے یہاں ادبی تخلیق کے طریقے اور اصول بھی وہی ہیں جو جدیدیت کے زمانے میں متعین ہوئے تھے تو پھر یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ جدیدیت اپنی کرسی خالی کر چکی ہے؟۔۔۔ مابعد جدیدیت کوئی ادبی نظریہ نہیں بلکہ فکری صورت حال ہے۔ ایسا نہیں کہ جدیدیت کے بعد کوئی نیا ادبی نظریہ سامنے آیا ہو جسے ہم مابعد جدیدیت کہیں۔۔۔۔

جیسا کہ میں گذشتہ سطور میں کہہ چکا ہوں۔ نارنگ جی نے اپنے زیر بحث مضمون میں مابعد جدیدیت کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے۔ اس میں سے بیشتر باتیں ترقی پسند اور جدیدیت پسند بھی کہتے آئے ہیں۔ البتہ انہوں نے اپنے نظریہ مابعد جدیدیت میں ساختیات کی بعض باتوں کو

بھی شامل کر دیا ہے۔ مثلاً معنی پر بٹھائے ہوئے پہرے کو رد کرنا۔ معنی کے معمولہ رخ کے ساتھ دبائے ہوئے اور چھپائے ہوئے رخ کو دیکھنا اور دکھانا۔ معنی کے دوسرے پن (OTHER) کی تعبیر اور اس تعبیر میں قاری کی شرکت۔ بقول ان کے ''مابعد جدیدیت'' کی بنیاد جس ادبی تھیوری پر ہے وہ ساختیات اور پس ساختیات سے ہوتی ہوئی آئی ہے۔ نسوانیت کی تحریک، نئی تاریخیت اور رد تشکیل کے فلسفے بھی اس کا حصہ ہیں'' یعنی نارنگ جی کے مطابق اردو میں مابعد جدیدیت ساختیات اور جدیدیت کا ہی ملغوبہ ہے۔ ان تمام توجیہات اور تشریحات کے باوجود وہ مابعد جدیدیت سے مختلف رجحان ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ وہ مابعد جدیدیت کے لئے کوئی فکری بنیاد فراہم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اس ضمن میں شمس الرحمان فاروقی کی یہ دلیل درست معلوم ہوتی ہے کہ:

''۱۹۷۰ء کے بعد نمایاں ہونے والے شعراء اور افسانہ نگاروں کی جماعت بار بار یہ کہتی ہے کہ ہم جدیدیت پسندوں سے مختلف ہیں۔ ہم نے اپنی راہ الگ نکالی ہے۔ ان سے پوچھنا ہے کہ اگر تم نے اپنی راہ الگ نکالی ہے تو اس کی نشاندہی کیوں نہیں کرتے؟ تم نے ان سے نئے اسالیب اختیار کئے ہیں؟ فکری سطح پر تم نے کون سے نئے یا مختلف افکار و تصورات کو اپنایا ہے؟ جدیدیت اور ترقی پسندی میں تو لہجے، اسلوب، افکار اور ہیئتوں کا بھی فرق اس قدر نمایاں تھا کہ زیادہ تر حالات میں تو افسانہ نگار یا شاعر کا نام جانے بغیر بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ یہ نظم یا افسانہ ترقی پسند نہیں ہے، جدید ہے۔ تمہارے یہاں تو ایسا کوئی خاص فرق ہمیں نظر نہیں آتا اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو فرق نہ معلوم ہو لیکن ہمیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم جدیدیوں سے مختلف ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں بحث ختم ہو جاتی ہے لیکن سوال ختم نہیں ہوتا۔ یہ سوال اپنی جگہ قائم رہتا ہے کہ جدیدیت کے بعد کوئی نئی نسل سامنے آئی ہے کہ نہیں؟ یعنی شاعر افسانہ نگار، جنہوں نے ۱۹۷۰ء کے بعد فروغ پایا۔ وہ جدیدیوں سے مختلف ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یقیناً وہ صحیح معنی میں کیا ہے نئی نسل ہیں۔ اگر نہیں تو زمانی طور پر وہ نئی نسل تو کہے جائیں گے لیکن ادبی اور فکری سطح پر کہا جائے گا کہ ابھی جدیدیت کے بعد کوئی نئی نسل سامنے نہیں آئی'' (ایضاً)

اس ضمن میں جو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ اگر مابعد جدیدیت میں ساختیات، پس ساختیات اور رد تشکیل کے بہت سے عناصر شامل ہیں۔ تو اسے مابعد جدیدیت کیوں کہا جائے؟ ساختیات کیوں نہ کہا جائے؟ یا پھر صرف جدیدیت کیوں نہ کہا جائے؟ کیا اس لئے کہ ساختیات

کوئی ادبی نظریہ نہیں ہے۔ محض نظریۂ قرأت ہے اور نارنگ جی اسے مابعد جدیدیت قرار دے کر اردو میں چلانا چاہتے ہیں؟ مابعد جدیدیت کو سمجھنے اور اچھے اور برے ادب کو پرکھنے (یعنی قدر شناسی) کا کون سا پیمانہ ہے؟

ہندوستان کے جدید ادب میں اس وقت دو ہم آواں گار ناقد ہیں۔ ایک شمس الرحمان فاروقی اور دوسرے گوپی چند نارنگ۔ جہاں تک جدیدیت پسند ادب کا تعلق ہے اس کے نظریہ داں شمس الرحمان فاروقی ہی ہیں انہوں نے اپنے رسالہ ''شب خون'' کے ذریعہ جدیدیت کے رجحان کو جس طرح پروان چڑھایا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ نارنگ جی نے بھی اس رجحان کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے لیکن فاروقی سے زیادہ نہیں۔ اور پھر نارنگ جو کسی ادبی نظریے یا موقف پر ٹھہرے رہنے کے قائل بھی نہیں۔ وہ جدیدیت کے احاطہ سے نکل کر ساختیات کے میدان میں داخل ہو گئے اور وہاں ایک عرصہ گزارنے کے بعد اب مابعد جدیدیت کا نظریہ لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ کہیں یہ شمس الرحمان فاروقی سے نئے ادیبوں کی فکری رہبری چھیننے کی کوشش تو نہیں؟